آؤ پکارتے ہیں

اقراء صغیر احمد

پرخلوص شخص سے یہ توقع ہی عبث تھی کہ وہ بھی بیوی کے آگے لب وا کرسکیں۔ وہ تو آپی کے بے دام غلام تھے۔ پھر وہی ہوا، آپی نے مکان فروخت کرڈالا اور اس کی رہائش وومن ہاسٹل میں کردی۔ اس نے ان کی ازحد منت وسماجت کی کہ وہ گھر فروخت کرہی چکی ہیں تو اسے یہاں ہاسٹل میں کیوں چھوڑے جارہی ہیں؟ ساتھ کیوں نہیں لے جاتیں، وہ ہاسٹل میں نہیں رہ سکتی۔ لیکن اس کے آنسو اور سسکیاں ان کے پتھر دل کو ذرا بھی نہ پگھلا سکیں۔ انہوں نے حکم دیا تو بس وہ پتھر کی لکیر بن گیا تھا۔ اب چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہوجائے یا زمین آسمان پر پہنچ جائے یا آسمان دھرتی پر آجائے، ان کے فیصلے میں ردوبدل ناممکن تھا۔

خلاف توقع اس بار صابر بھائی نے بھی ہونٹ وا کرکے زبان کو جنبش دی کہ "مہکار کو یہاں چھوڑنا مناسب نہیں ہے، ساتھ لے چلو بنگلے میں کئی کمرے خالی ہیں کسی میں رہ لے گی۔" لیکن جواب میں آپی نے خاصی بددماغی بلکہ بدتمیزی سے ٹوک کر کہا۔

"تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے ہم بہنوں کے درمیان مداخلت کی۔" اور صابر بھائی تو ان کی ایک ہی ڈانٹ میں اس طرح نگاہیں جھکا کر خاموش ہوگئے جیسے کوئی بہت ہی نالائق اسٹوڈنٹ ٹیچر سے ڈانٹ کھا کر ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بیٹھ جائے۔ وہ پہلی بار آپی کی پررعب شخصیت، بددماغی، سخت مزاجی، مغرور اور ہٹ دھرم طبیعت سے بدظن ودلگرفتہ ہوئی تھی۔

❖❖❖

ہاسٹل کے ماحول میں وہ ایک ماہ گزر جانے کے باوجود ایڈجسٹ نہ ہوپائی تھی کہ اچانک ہی آمد بہار بن کر صابر بھائی کی کال آئی کہ وہ کراچی چلی آئے۔ وہ اسٹیشن پر اسے ریسیو کرلیں گے۔ وہ جو مرجانے کی حد تک بددل ویژمردہ ہوگئی تھی فوراً اس نے پیکنگ کرلی تھی۔ فرسٹ کلاس میں ریزرویشن نہ ہوسکی تھی۔ اسے جس ڈبے میں سیٹ ملی تھی۔ یہ عام ڈبوں سے کافی کشادہ تھا اور کم افراد تھے۔

ٹرین نے اسپیڈ پکڑلی تھی۔ پلیٹ فارم نگاہوں سے اوجھل ہوتا جارہا تھا۔ ٹرین آگے بڑھ رہی تھی اس کا ذہن پیچھے دوڑ رہا تھا۔ سب یاد آرہا تھا۔

اماں کا دوپٹے کے ہالے میں چمکتا سادہ پرنور چہرہ، پھولوں کی طرح نرم، شہد سا شیریں لہجہ، ابا کا شفقت بھرا انداز، محبت واپنائیت بھرا تحفظ۔ اب سب کھوگیا۔

کہاں پائے گی ان رشتوں کو؟ مٹی کی آغوش میں چھپ جانے والے چہروں کو وہ اب کبھی نہ دیکھ پائے گی۔ زندگی کا کس قدر پرسوز المیہ تھا یہ۔

اسے محسوس بھی نہ ہوا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تھی۔

ٹرین پوری اسپیڈ سے پٹری پر دوڑ رہی تھی۔ باہر تیزی سے منظر تبدیل ہوتے جارہے تھے۔ وہ بیٹھی تو کھڑکی کے پاس تھی لیکن دل کچھ اس طرح بھر بھر کر آرہا تھا کہ وہ بہت آہستگی سے رومال سے چہرہ صاف کررہی تھی جو مسلسل نم ہورہا تھا۔

سامنے سیٹ پر بیٹھے ہوئے افراد ایک ہی خاندان کے لگ رہے تھے۔ ایک لڑکی، دوسری بڑی بی اور تیسری درمیانی عمر کی عورت تھی ساتھ میں دو بچے تھے۔ اس کی سیٹ پر ان کے ساتھ آئے ایک بڑے میاں اور دوسرا آدمی بیٹھے تھے۔ جسامت کے لحاظ سے دونوں پہلوان تھے اور شاید اسے تنہا اور چادر میں منہ چھپائے دیکھ کر کچھ زیادہ ہی فراخ دلی سے پھیل کر بیٹھے تھے۔

"مما میرا دل گھبرا رہا ہے۔ پلیز ذرا اورنج جوس کا پیکٹ تو نکال کر دیجیے گا۔" سامنے سیٹ سے لڑکی کی خاصی نخریلی سی آواز ابھری۔

"ہاں، ہاں کیوں نہیں۔ میری بچی، طبیعت تو میری بھی بگڑ رہی ہے۔ ابھی دونوں ماں بیٹی جوس پیتی ہیں۔" بڑی بی نے سیٹ کے نیچے سے کولر گھسیٹا۔

"آنٹی! مجھے بھی چکر آرہے ہیں۔ ایک پیکٹ مجھے بھی دیجیے گا۔" تیسری خاتون فوراً ہی ترنج کر بولی تھیں۔

"بھابی! آپ ہماری حرص کرنا چھوڑیں، ہمارا کھانا پینا آپ سے برداشت کیوں نہیں ہوتا؟"

"ارے، حرص کرتی ہے میری جوتی۔ ہونہہ، تم جیسی چھچھوری سے حرص کروں گی میں۔"

"بہو! کبھی تو زبان بند کرلیا کرو۔ یہ ریل ہے تمہارے باوا کا آنگن نہیں ہے۔" بڑی بی نے بیٹی کی طرف داری کرتے ہوئے ہوشیار انداز میں کہی تھی۔

"ارے واہ! مجھے نہیں اپنی بیٹی کو سمجھاؤ، یہ ریل ہے، اس کے باوا کا آنگن نہیں۔" وہاں سے ترکی بہ ترکی جواب آیا۔

"مما! لوگوں کو جگہ کا احساس نہیں ہوتا، ہر جگہ پر زبان کھول کے بیٹھ جاتی ہو۔" بڑے میاں نے بہو کو گھورتے ہوئے سرزنش کی۔

"جہیز میں لائی کیا تھیں اس کن بھری زبان کے علاوہ۔"

"مما! زیادتی کررہی ہو تم بہت۔" بڑے میاں کے ساتھ بیٹھے ہوئے مرد کی منمناتی سی آواز ابھری۔ مہکار نے بے ساختہ بڑی بی کے چہرے کی جانب دیکھا تھا۔

"چپ کر، جورو کے غلام۔ حمایت لے کر اس عورت کو تو نے سر پر بٹھایا۔" بڑی بی کو گویا کھولتے تیل کی کڑھائی میں پھینک دیا گیا ہو۔

وہ عورت جوان کی بہو تھی، ساس کا طعنہ اسے بھی انگاروں پر لوٹا گیا تھا پھر تو وہاں زبانی گولا باری اتنی شدید انداز میں شروع ہوئی کہ ریل کی چھکا چھک بھی سنائی نہ دے رہی تھی۔ بڑے میاں، بڑی بی اور لڑکی ایک محاذ پر اور دو میاں بیوی دوسری طرف۔ ایک دوسرے کے خاندانوں کی قصیدہ خوانی بڑے شاندار لفظوں میں کی جارہی تھی۔ اردگرد کی سیٹوں پر بیٹھے لوگ بھی وہاں اٹھ کر تماشا دیکھنے آگئے تھے اور ان کی لڑائی ختم کروانے کے بجائے دونوں پارٹیوں کو اس طرح سپورٹ کررہے تھے کہ وہ ان کی آہستہ نگاہوں اور متبسم لبوں سے بے نیاز آپس میں خوب لڑ رہے تھے۔

ابھی یہ ہنگامہ نا معلوم کیا صورت اختیار کرتا کہ ما گیٹ سے وہ دراز و اسمارٹ شخص ٹرولی بیگ ہاتھ میں تھامے اندر داخل ہوا تھا۔

اس کے بلو جینز اور بلیک ٹی شرٹ سے پھوٹتی مسحور کن مہک ہر سو پھیل گئی تھی۔ اس کی سرخ وسپید رنگت دھوپ کی تمازت سے سرخ ہورہی تھی۔ ڈارک گلاسز ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اس نے ایک طائرانہ نظر وہاں مجمع پر ڈالی پھر جیب سے ٹکٹ نکال کر شاید برتھ نمبر چیک کررہا تھا۔ اس کی آمد پر حیرت انگیز طور پر وہاں چھڑی جنگ فوری بند ہوئی اور لوگ شاید اس کے لمبے چوڑے سراپے، پروقار وپررعب شخصیت سے مرعوب ہوکر ہی اپنی جگہوں پر چلے گئے تھے۔

"ارے میاں! کہاں چلے آرہے ہو؟ یہاں جگہ نظر آرہی ہے تمہیں؟"

"جی، یہ میری سیٹ ہے۔ میرے ٹکٹ پر یہی نمبر درج ہے۔" اس کے شائستہ ومہذب لہجے میں رکھا اس سرد مہری وہٹ دھرمی کا عنصر نمایاں تھا کہ بڑے میاں نے خاموشی سے سمٹ کر جگہ دے دی تھی۔ اس نے ایک نگاہ اس گٹھڑی سی سیاہ چادر میں سر جھکائے بیٹھی لڑکی پر ڈالی تھی۔ پھر زیادہ وہ چھوٹا سا بیگ درمیان اس طرح رکھ کر بیٹھ گیا تھا کہ اس کے اور مہکار کے درمیان خاصا فاصلہ پیدا ہوگیا تھا۔ جبکہ مہکار مزید کھڑکی سے چپک کر بیٹھ گئی تھی۔ اجنبی کے ملبوس سے اٹھتی ہوئی مہک نے اسے متفکر کرڈالا تھا۔ شاید وہ بے حد پرفیوم اسپرے کرنے کا عادی تھا۔

چند لمحے ماحول پرسکون رہا تھا پھر سامنے والوں کے حالات بگڑنے لگے تھے۔ تینوں خواتین ابھی تک پرانے محاذ پر قائم تھیں۔ اس مرتبہ ان کے بچے وجہ تھے اور دونوں مردوں نے بھی دخل دینے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ وہ اس آنے والے مسافر سے انٹرویو لے رہے تھے۔

"کہاں جارہے ہیں آپ؟"

"کراچی۔"

"کسی عزیز سے ملنے جارہے ہیں؟"

"جی نہیں، گھر ہے میرا۔"

بہت رعایت برت لی۔ اب تم سیدھی طرح سے راہ راست پر آجاؤ تو بہتر ہے۔'' از حد محبت و شفقت کرنے والے شخص کا یہ روپ؟

ہر وقت جھکی رہنے والی نگاہیں اٹھیں تو تمام کمینگی و درندگی نظر آنے لگی۔ محبت، شرافت، انسانیت کا ماسک اس چہرے سے اترا تو اندر سے وہ چہرہ مسخ شدہ تھا۔

''صا...... صابر...... بھا...... ئی۔''

''بس، آج سے سب رعایتیں ختم، تم وہ کروگی جو ہم چاہیں گے۔''

صابر ملک کی لہو رنگ آنکھوں سے ابلتی درندگی اور چہرے سے ہویدا بربریت۔ وہ سراسیمگی سے ان کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ اس کے اندر دھماکے ہورہے تھے۔ لوگوں کا ایسا روپ اس نے کہاں دیکھا تھا۔ بہت آسان و سادہ زندگی گزارتی چلی آئی تھی۔

تن کے اجلے، من کے سیاہ، شیطان فطرت والے لوگ۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا یہ سب وہ خواب دیکھ رہی ہے یا حقیقت۔

''شام کو میرے کچھ مہمان آرہے ہیں، ان سے کس طرح پیش آنا ہے۔ اس کی پریکٹس تمہیں ریٹا کروائے گی۔ بھیج رہا ہوں میں اسے ابھی۔ تم تیار رہو۔''

''میں بہت بے وقوف ہوں۔ اپنی بہن کو غلط اور آپ کو درست سمجھتی رہی۔ آپی نے کتنا سمجھایا تھا کہ میں کسی طرح بھی ہاسٹل نہ چھوڑوں۔ کہیں تنہا باہر نہ جاؤں۔ میرے یہاں آنے پر جو انہوں نے غصہ و ناراضگی کا اظہار کیا تھا کتنا درست کیا تھا۔ اس کی وجہ اب میری سمجھ میں آرہی ہے۔ کاش جبھی آپی مجھے جان سے ماردیتیں تو کس قدر اچھا ہوتا۔ لیکن میں اب بھی ایسا ہی کروں گی۔ اپنی جان دے دوں گی لیکن آپ کے اشاروں پر کٹھ پتلی نہیں ہوں گی۔'' اس نے نفرت سے صابر ملک اور مسکراتی نوران کو دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔

''اوہ، خودکشی کروگی؟ اچھا مرجاؤ۔ لیکن اپنی اتنی محبت کرنے والی، خیال رکھنے والی بہن کے بارے میں بھی تو کچھ سوچو۔ اسے یہاں اسی طرح چھوڑ جاؤ گی۔ جو نہ زندہ ہے اور نہ مردہ۔''

''کک...... کیا آپی...... یہاں ہیں؟ مگر...... وہ۔''

''ہا...... ہا...... وہ اس گھر کے خفیہ تہہ خانے میں موت کی جانب بڑھ رہی ہے۔ اب اسے زندگی کی طرف تم ہی کھینچ کر لاسکتی ہو۔''

صابر ملک نے استہزائیہ قہقہہ لگاتے ہوئے ہی اطلاع دی۔

''تم...... تم اس قدر کمینے، دھوکے باز اور جھوٹے ہو۔ کیوں قید کیا ہے آپی کو تم نے؟ چھوڑ دو انہیں۔''

''اب اس کی زندگی اور رہائی تمہاری کارکردگی پر منحصر ہے۔ شام کو خفیہ پولیس کے دو آفیسرز آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک آفیسر شموئیل راحیل ہے۔ بہت ذہین، قابل اور خطرناک شخص ہے اور ساتھ ہی نوٹ کریکٹر، حسین چہروں کا شیدائی اس کی کمزوری ہے اور اسی کمزوری سے ہمیں فائدہ اٹھانا ہے۔ وہ شخص کچھ عرصے سے ہماری راہ میں بہت رکاوٹیں پیدا کررہا ہے۔ اگر اسے ابھی سے کنٹرول نہیں کیا گیا تو آگے جاکر وہ ایسا اژدھا بن جائے گا جو بغیر چبائے ہمیں نگل جائے گا۔''

''مجھے آپ کی کسی بات کا یقین نہیں ہے۔ جھوٹے ہیں آپ۔''

''چیخو مت۔ ملواؤں گا، تمہیں تمہاری چہیتی بہن سے بھی لیکن پہلے میرا کام کرنا پڑے گا۔'' انہوں نے شرافت کا لبادہ تار تار کردیا تھا۔ ایک دم ہی بہت چھوٹے ہوگئے تھے۔ اس نے ہاں، ناں کا جواب نہیں دیا۔ ہچکیوں سے روتی رہی۔

''صاحب! اسد فاروقی کل سے کئی بار فون کرچکے ہیں۔ انہیں کیا جواب دوں؟ وہ بی بی سے ملنے کے لیے بے چین ہیں۔'' نوران کے انداز اور گفتگو دونوں سے ہی کمینہ پن جھلک رہا تھا۔

"ہاں... ہاں، اس کو کہنا، انتظار کرے۔ آفیسر کے بعد اس کا نمبر آئے گا۔ اس سے بھی بزنس کے لیے کنٹریکٹ سائن کروانے ہیں۔"

صابر ملک چلے گئے تھے اور نوران اسے خاموش کروانے کی سعی میں لگی ہوئی تھی۔

"تم بھی چالاک و مکار عورت ہو۔ جھوٹ بول کر مجھے آپی سے بدگمان کرتی رہیں۔ ظالم کو مظلوم، مظلوم کو ظالم ظاہر کرتی رہیں۔ عورت ہو کر عورت کی دشمن بن گئی ہو۔ کیسی عورت ہو تم۔ کیا تمہیں مرنے کا خوف نہیں ہے؟"

"ہم مالک کے غلام ہیں۔ جو ہمیں حکم ملتا ہے وہی کرتے ہیں۔"

"تمہیں اس مالک کا خیال نہیں ہے جو مالکوں کا بھی مالک ہے؟"

"بی بی! چھوڑو ان باتوں کو، جو صاحب نے بولا ہے وہ کرو۔ ورنہ یہ لوگ بہت ظالم اور شیطان ہیں جو ان سے بغاوت کرتا ہے، اس کا انجام بہت عبرت ناک کرتے ہیں۔ تمہیں اس کا اندازہ مہوش بی بی کو دیکھ کر ہو جائے گا۔"

اس کے خاموش ہوتے ہی ہلو شانس اور ریڈ شارٹ بلاؤز میں ایک حسین لڑکی اندر داخل ہوئی تھی۔ تیز میک اپ میں اس کا حسن للکار رہا تھا۔

"ہاؤ بیوٹی۔ بیوٹی فل اس بار تو ملک صاحب نے خاصا لمبا ہاتھ مارا ہے۔ کیا حسن ہے؟ لگتا ہے کوئی اپسرا زمین پر اتر آئی ہو۔" اس لڑکی نے مہکار کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے بے ساختہ ستائشی لہجے میں کہا۔

"ریتا بی بی! اس ہیرے کی ابھی تراش خراش باقی ہے۔ آپ کے ہاتھوں ہی اس کی چمک دمک بڑھے گی۔" نوران اس لڑکی سے ہنس کر بولی۔

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ تب ہی تو آج مجھے یہاں ملک صاحب نے بلایا ہے۔"

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہاں خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔

❖❖❖

"کم بخت کی کوٹھی دیکھو کیسے محل کی طرح بنا رکھی ہے۔ حرام کی کمائی میں بہت برکت ہے آج کل۔ ہم جیسے لوگ ایمانداری سے کام کرتے ہیں تو بھی اس کرائے والے دفتر کے بے چھوٹے سے بنگلے سے باہر ہی نہ نکل پائے۔ جو بھی سر صاحب نے ترس کھا کر ہمیں دیا تھا۔" عمیر نے سیٹنگ روم کا جائزہ لیتے ہوئے دبے لہجے میں کہا۔ وہاں کی ہر شے دولت و امارات منہ بولتا ثبوت تھی۔ قالین، پردے، فرنیچر، پینٹنگز وغیرہ اپنی قیمت کے گواہ تھے۔

"شٹ اپ۔ سوچ سمجھ کر بات کیا کرو۔ حرام حلال میں تمیز مت بھولو۔" شونیل نے اسے اچھی طرح آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"تم ابھی وقت دادا ابا کی طرح ڈانٹتے رہا کرو مجھے۔ آہ! مجھ غریب کی بھی کیا زندگی ہے؟ گھر پر بیوی سے ڈانٹ کھاتے رہو۔ آفس آؤ تو آفتاب سر کا نزلہ مجھ پر ہی گرتا ہے۔ بلکہ وہ جتنی اپنی بیگم سے جھاڑ کھا کر آتے ہیں، وہ ساری کسر مجھ پر نکالتے ہیں اور ان دونوں سے جو وقت بچتا ہے وہ تم پورا کر دیتے ہو۔ میں جاؤں تو جاؤں کہاں؟"

"اگر تم نے بکواس بند نہ کی تو میں تمہیں یہیں سے اٹھا کر پھینک دوں گی۔"

"جاؤں تو جاؤں کہاں
سمجھے گا کون یہاں
درد بھرے دل کی زباں۔" عمیر کی زبان پھر رواں تھی اور قبل اس کے کہ شونیل کچھ کہتا۔ صابر ملک کے ہمراہ داخل ہونے والی از حد حسین و ماڈرن لڑکی کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر دونوں ہی کھڑے ہو گئے تھے۔

"ہیلو آفیسرز! کچھ لیٹ ہو گئے ہم، اس کے لیے معذرت خواہ ہیں۔" صابر ملک ان سے مصافحہ کرتے ہوئے خوش مزاجی سے گویا ہوا۔

"بڑے لوگ اگر وقت کی پابندی کرنے لگیں تو وہ بڑے لوگ ہی کیوں کہلائیں۔" شونیل کا لہجہ و انداز

طور پر بدل گیا تھا۔

"ارے۔ ہم کہاں بڑے لوگ ہیں۔ آپ جیسے محبت و پیار کرنے والے لوگوں کی خاک چاٹ کر ہم بڑے لوگ بن رہے ہیں آفیسر۔" صابر ملک کے لہجے میں عاجزی و خوشامد دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ بہت ہی انکساری سے پیش آ رہا تھا۔

"پلیز ملک صاحب! اس وقت آپ آفیسر کہہ کر ہمیں شرمندہ نہ کریں۔ ہمیں ایسا نہ ہو آپ کا بار بار اندر کچھ برا بن پیدا کرے۔" شونیل نے مسکراتے ہوئے کہا تو صابر ملک کے ساتھ عمیر بھی بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

"گڈ، ویری گڈ پوائنٹ۔ اوکے سر۔ احتیاط کروں گا۔ فی الحال ان سے ملیے۔ یہ مہکار ہیں۔ میری بیٹی ہیں۔ میرے بزنس کو ان کی کرم نوازیوں نے ہی اڑایا ہے۔ جتنی کم عمر اور حسین ہیں اس قدر ذہین و ہوشیار ہیں۔"

صابر ملک نے بازو سے پکڑ کر مہکار کو شونیل کے روبرو کر دیا تھا۔

"ہیلو۔" مہکار کا ہاتھ میکانکی انداز میں اس کی طرف بڑھا تھا۔

"سوری! میں خواتین سے ہاتھ نہیں ملاتا۔" شونیل کے لہجے میں سختی در آئی تھی۔

"پھر۔" صابر ملک چونک کر بول اٹھا۔

"کیا ہیں ملاتے ہیں۔" عمیر نے فوراً ہی شونیل کو گھورتے ہوئے ہنس کر اس انداز میں بات سنبھالی کہ صابر ملک کچھ محسوس نہ کر سکا۔

"آپ کیا پئیں گے؟" صابر ملک نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"زہر کے علاوہ جو مزاج یار میں آئے۔"

"اللہ نہ کرے، جو ہم آپ کو زہر پلائیں۔"

"ارے۔ آپ بھی اللہ کا نام لیتے ہیں؟ حیرت ہوئی۔"

"شرمندہ کر رہے ہیں آپ عمیر صاحب!" صابر ملک کھسیا کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"ارے نہیں، میری مذاق کی عادت ہے۔ آپ شرمندہ مت ہوں۔ دوستوں میں سب چلتا ہے۔"

"اب کام کی بات ہو جائے تو بہتر ہے ملک صاحب! ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ ہیڈکوارٹر سے کبھی بھی کال آ سکتی ہے۔ آج کل کس قدر ٹینشن چل رہی ہے آپ اس سے واقف ہی ہیں۔" شونیل نے سنجیدگی سے بات شروع کی۔

"کام کی باتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں صاحب، کبھی ان ذمے داریوں سے علیحدہ ہو کر زندگی کی خوشیوں سے بھی انجوائے کرنا سیکھیے۔ یہ آپ کے کھیلنے عیش کرنے کے دن ہیں۔ ابھی سے کہاں ذمے داریوں کے پہاڑ آپ نے کاندھوں پر اٹھا لیے ہیں۔" صابر ملک کو کن گن گئی تھی کہ اس کے گروہ کے پیچھے شونیل لگ چکا ہے اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ شونیل نے اس سے پہلے بھی خطرناک لوگوں کو پکڑا ہے۔ ایسے بڑے اور منظم طریقے سے کام کرنے والوں پر وہ ہاتھ ڈال چکا تھا جن پر انگلی اٹھانے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ نامعلوم کس طرح اسے اس بارے میں اطلاع مل گئی تھی ورنہ وہ برسوں سے بزنس کر رہا تھا۔ بہت شرافت و عزت کے ساتھ وہ لوگوں سے ملتا تھا۔ دولت مند تھا۔ معاشرے میں بہت نام و اعلیٰ مقام تھا۔ اس کے اصل تک وہ نامعلوم کس طرح پہنچ گیا تھا اور اسے ہی خریدنے کے لیے اس نے مہکار کا انتخاب کیا تھا اور اسے خاصی ٹریننگ دینے کے بعد آج شام ان دونوں کو یہاں بلوایا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا عمیر اس کا اسسٹنٹ ہونے کے علاوہ جگری دوست تھا۔

"آپ لوگوں کی محبت کے طفیل ہم عیش تو کرتے ہی رہتے ہیں۔ آپ کام بتائیے۔" عمیر نے واچ دیکھتے ہوئے کہا۔

"کام بھی بتائیں گے۔ پہلے میزبانی تو ہو جائے۔"

"آپ کس انداز میں میزبانی کرنا چاہیں گے؟" اس بار شونیل نے بے باک نگاہوں سے سامنے بیٹھی ملبوس ابھی ابھی ملبوس حسین چہرے والی مہکار کو دیکھتے

طرح ہوتے ہیں، میں بخوبی جانتا ہوں۔ ان کے اصل سے واقف ہوں۔" اس کا لہجہ برا اور وہ ہو گیا تھا۔ ماضی کی کسی تکلیف دہ یاد نے اس کے چہرے پر سرخی و کرختگی پھیلا دی تھی۔ عمیر جو اس کے ماضی سے واقف تھا یکلخت ہی خاموش ہو گیا تھا۔

چند لمحے کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ پھر شونیکل نے ان لیڈی انسپکٹرس کو بلایا جن کی رات وہ ڈیوٹی لگا کر گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اس کے سامنے مؤدب کھڑی رپورٹ دے رہی تھیں۔

"سر! وہ کہتی ہے اسے کچھ نہیں معلوم۔ وہ بالکل انجان و بے قصور ہے۔ اسے کچھ بھی معلوم نہیں ہے سر۔ ہم نے ہر کوشش کر لی ہے۔" ان میں سے ایک نے رپورٹ دی۔

"وہ شٹ اپ! یہ قابلیت ہے آپ لوگوں کی؟" وہ کسی زخمی شیر کی طرح غرایا۔ "مجرم کہتا ہے کہ وہ بے قصور ہے اور آپ یقین کر لیتے ہو۔"

"نن...... نو سر۔ ہم نے اسے سخت ٹارچر دیے ہیں۔" انسپکٹرس گھبرا کر بولی۔

"جی۔"

"کیا آپ کے ٹارچر کا رزلٹ ہے؟"

"وہ نہیں، ایک موقع اور دیں سر۔" دونوں لیڈی انسپکٹرس اس کے اختیارات سے واقف تھیں کہ وہ لمحے بھر میں انہیں جاب سے فارغ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اس لیے انہوں نے جلدی سے استدعا کر دی تھی۔ اور اس نے انہیں مزید تین دن کا ٹائم دے دیا تھا۔

"میرے خیال میں تم ایک بے گناہ کو اس گناہ کی سزا دے رہے ہو جو اس نے کیا ہی نہیں ہے۔ مجھے لگ رہا ہے وہ لڑکی درست کہہ رہی ہے۔" عمیر اس کی جانب دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوا جواب میں اس نے گھور کر اسے دیکھا۔

"جانتے ہو اگر میں اس کمرے کی پہلے ہی چیکنگ نہ کر لیتا تو ویڈیو کیمرے ہماری فلم بنا کر......"

"وہ تمہارا انداز گفتگو و رویہ صابر ملک کے ساتھ بالکل اور تھا۔ اگر وہ ویڈیو بنتی بھی تو صابر ملک جیسا بندہ حیران ہی ہوتا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بند کمرے میں سحر انگیز حسن کے آگے بھی اپنی شجاعت، شرافت کو سرنگوں نہیں ہونے دیتے۔" عمیر نے اس کی بات قطع کر کے کہا۔

"میرا تمہیں کمرے میں چھوڑ کر جانا بھی فضول ہی رہا۔ صابر ملک میری توقع سے زیادہ چالاک و مکار ثابت ہوا ہے۔ شاید وہ خطرہ پہلے ہی بھانپ گیا تھا اس لیے لڑکی کو ہوٹل چھوڑتے ہی اپنا ٹھکانہ بھی خالی کر دیا اور بہت کوشش کے بعد بھی اس بنگلے کے علاوہ اس کے کسی دوسرے ٹھکانے کا معلوم نہ ہو سکا اور نہ ہی وہ وہاں ایسا کوئی نشان چھوڑ کر گیا ہے جس کے ذریعے کچھ معلوم کیا جا سکے۔ بہرکیف اب اس لڑکی کے ذریعے ہی ہمیں اس تک پہنچنا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ تم ان سے رپورٹ لے کر مجھ تک پہنچاتے رہنا۔ میں گھر پر ہی ہوں۔"

شونیکل ہیڈ کوارٹر سے سیدھا گھر چلا آیا تھا۔ پچھلے دو دن سے وہ بالکل آرام نہ کر سکا تھا۔ گزشتہ ایک سال سے وہ صابر ملک کے پیچھے تھا۔ صابر ملک دوہری شخصیت کا مالک تھا۔ بظاہر تو بہت نیک، متقی، غریبوں کی ہر لمحہ امداد کرنے والا، خدا ترس و مہربان شخص، درحقیقت اس کے جرائم بہت گھناؤنے اور نفرت آمیز تھے۔ وہ غریب گھرانوں کی حسین لڑکیوں سے شادیاں کرتا اور پھر انہیں دوسرے شہروں میں لے جا کر جرائم پر مجبور کر دیا کرتا۔ اس کا شکار بڑے بڑے صنعت کار و لیڈر لوگ ہوتے تھے۔ اس کے بعد اس کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ پھر ملک کے اعلیٰ عہدیداروں اور کچھ عیاش، بدکردار و بے ضمیر افسران تک اس کی راہ ہموار ہوئی اور یہاں سے اس نے ملک دشمن عناصر کے ساتھ روابط شروع کر دیے۔ اس کے پاس تمام لوگوں کی خفیہ طور پر بنائی گئی فلمیں اور قابل اعتراض تصویریں تھیں جن کے ذریعے بلیک میل کر کے وہ اپنے مطلب کے کام نکلواتا تھا۔

"میں تمہاری ماں نہیں ہوں لیکن ماں جیسی تو ہوں۔

بھی کچھ کر احترام کر لیا کرو۔ اگر تین لفظ سلام کے ہونٹوں سے ادا کر دو گے تو تمہاری شان میں کیا کمی آ جائے گی؟" شونیکل حسب عادت انہیں نظر انداز کر کے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا تو وہ چیخ کر بولیں۔

"جو عورت میری ماں نہیں ہے تو میں اسے "ماں" بھی کہنے کا بھی روادار نہیں ہوں۔" حسب معمول اس کی طرف سے کرارا برجستہ جواب آیا تھا۔ پھر وہ کئی کئی سیڑھیاں ایک ساتھ پھلانگتا اپنے کمرے میں غائب ہو گیا۔ دروازہ زوردار آواز سے بند کرنے کی دھمک دیر تک گونج رہی۔

"ہونہہ...... نامعلوم کیا سمجھتا ہے خود کو، جانور۔"

"تم تو اس کو جانور بھی نہیں سمجھتی، بہو۔ عورت کا دل خصوصاً ماں کا دل تو مثل سمندر ہوتا ہے جہاں پیار، شفقت و ممتا کی لہریں ہمہ وقت موجود رہتی ہیں۔ اس بے ماں کے بچے کے لیے تمہارے دل میں معمولی سی بھی گنجائش نہیں ہے؟ میں جانتی ہوں اسے وہ زبان کا کڑوا ضرور ہے مگر فطرت اس کی بہت اچھی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اس پر جان نچھاور کرنے کو تیار رہتا ہے۔"

"اور جس کو نہیں چاہتا اس کی جان لینے کے درپے رہتا ہے۔" فائزہ بیگم استہزائیہ انداز میں ان کی بات قطع کر کے گویا ہوئیں تو دادی جان چند لمحے ان کی طرف ملامتی و تاسف بھری نگاہوں سے دیکھ کر رسانیت سے بولیں۔

"بہو! محبت وہ قوت ہے تو انسان خطرناک و وحشی جانوروں کو بھی سدھا لیا کرتے ہیں۔ تم اگر تھوڑی بہت توجہ و محبت شونیکل کو دو گی تو......"

"مجھے معاف کریں اماں، مجھے ضرورت نہیں ہے اس وحشی، جنگلی کی اور نہ ہی میرے پاس وقت ہے جو اس انسان نما جانور کو سنوارنے کی کوشش کروں۔"

وہ ساس کے دھواں دھواں چہرے کی پروا کیے بغیر جھنجلتی وہاں سے چلی گئیں۔

صابر ملک کے فرار اور اس لڑکی کے تین روز سے مسلسل ہر بات سے ناواقفیت کے اظہار نے اسے سخت جھنجلا دیا تھا۔ اس کیس کے سلسلے میں وہ کئی دنوں سے سو نہیں پایا تھا۔ اب وہ لیڈی انسپکٹرس کو لاسٹ وارننگ دے آیا تھا کہ اسے گڈ رپورٹ دو دن کے اندر مل جانی چاہیے۔ عمیر کو مانیٹرنگ کے لیے چھوڑ آیا تھا۔

اس کا ارادہ ریسٹ کرنے کا تھا مگر فائزہ بیگم ہمیشہ کی طرح اس کی راہ میں آ کر موڈ بگاڑ چکی تھیں۔ عموماً ایسا ہی ہوتا تھا۔ وہ جتنا ان سے دور رہتا وہ اتنا ہی اس سے ٹکراتیں اور زبان کے تمام ہتھیاروں کا استعمال بے دریغ کرتیں اور جواباً وہ بھی کوئی لحاظ و مروت، رواداری کا مظاہرہ نہ کرتا۔ ان کے ہر حملے کا حوصلہ شکن جواب دیا کرتا تھا۔

خاصی دیر باتھ لے کر وہ خود کو فریش محسوس کر رہا تھا۔ وائٹ شلوار سوٹ میں اس کی سرخ و سپید رنگت چمک رہی تھی۔ خوب صورت و ذہین آنکھوں میں تھکاوٹ و نیند کے خمار کی سرخی نے چہرے کی وجاہت کو مزید بڑھا دیا تھا۔

اندر آتی لالی جویریہ نے بہت محبت و فخر سے اس کے خوبرو سراپے و وجیہہ چہرے کو دیکھا تھا اور دل ہی دل میں بلائیں لے ڈالی تھیں۔

"تم کیوں آئی ہو؟ بار بار کیوں آتی ہو میرے کمرے میں؟" شونیکل نے ملازمہ کی جگہ اسے دیکھا تو ایک دم ہی گرج اٹھا۔ "کیا چاہتے ہو تم لوگ، میں اس گھر میں نہ آؤں؟ ہاں بولو؟"

"بھائی......"

"نہیں ہوں میں تمہارا بھائی وائی۔ مت آیا کرو مجھے ڈسٹرب کرنے۔ تمہاری ماں نے دیکھ لیا تو مزید مجھ پر الزام لگائیں گی کہ میں ان کی بیٹیوں سے خدمتیں کرواتا ہوں۔ اور مجھے ضرورت بھی نہیں ہے۔"

جویریہ کے بے ساختہ رونے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اسی لمحے دادی جان کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ ان سے مخاطب ہوا۔

"دادی جان اسرار سے ملازم کہاں مر گئے؟"

"کیوں ہر وقت انگارے چبا تا رہتا ہے تو کبھی تو رشتوں کی شبنم میں بھیگ کر دیکھ۔ تمہیں کتنی محبت والی سے تیرے لیے انہیں تیار کرتی ہیں۔ مگر وہ صاف کرتی ہیں، تیرے لیے بغیر ہر چیز تیار کر کے رکھ دیتی ہیں۔ جب تک گھر میں نہیں آتا گیٹ کے کئی چکر لگا ڈالتی ہیں کہ بھائی کو بہت دیر ہو گئی، اتنی محبت کرنے والی بہنیں بہت کم خوش نصیبوں کو ملتی ہیں۔ کیوں اپنا دشمن آپ بن بیٹھا ہے۔ بھلا محبتوں کے بغیر بھی کوئی رہ سکتا ہے۔"

"مجھے صرف آپ کی محبت کے علاوہ کسی اور کی محبت کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے جویریہ کو تیکھے سے دیکھتے ہوئے درشت لہجے میں کہا۔ جویریہ چپ چاپ آنسو بہا رہی تھی دادی کے بازو سے لگ کر شوئیل سے بولی۔

"بھائی! آپ کو ہماری محبت کی شاید ضرورت نہ ہو مگر ہمیں آپ کی اور آپ کی محبت کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی زندہ رہنے کے لیے سانسوں کی، ہمی اور آپ کے درمیان چھڑی انا کی جنگ سے ہم بہنوں کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہم بس آپ کو چاہتے ہیں اور چاہتے رہیں گے۔" جویریہ اپنی بات کہہ کر ٹھہری نہیں، تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

❖❖❖

دو دن بعد بھی اسے ناکامی کی رپورٹ ملی تھی۔ وہ لیڈی انسپکٹرس بھی ہر تشدد کے بعد مکار سے کچھ اگلوانے میں ناکام رہی تھیں اور شوئیل کے ضبط نے جواب دے ڈالا تھا۔ وہ اعلیٰ حکام کو جلد سے جلد رپورٹ دینے کے لیے پریشرائز کیا جا رہا تھا اور اسے اپنے سابقہ کیریئر کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیشہ کی طرح ذہانت و لگن سے اس کیس کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنا چاہ رہا تھا۔ وہ کامیابی کا عزم کر چکا تھا۔

"میں نے کہا نا مجھے کچھ نہیں معلوم۔ خدا کے لیے مجھے سونے دیں، میں صابر ملک کے متعلق جتنا جانتی تھی وہ بتا چکی ہوں۔ میں سونا چاہتی ہوں، میں سوؤں گی۔ میں سوؤں گی۔"

گزشتہ تین روز سے وہ اسے عذاب میں مبتلا کی گئی تھی۔ شوئیل کے حکم پر اسے ایک پل کے لیے بھی سونے نہ دیا گیا تھا۔ جسم کا جوڑ جوڑ تو پہلے اس کا درد رہا ہوا تھا۔ اب چار راتیں، تین دن مسلسل جاگ کر اس کی آنکھیں سرخ انگارے لگ رہی تھیں اور تین آنکھوں کے سامنے روشن تیز پاور کے بلب کی روشنی سے اس کی آنکھوں میں برچھیاں سی چلا رہی تھیں۔ وہ ایک اذیت ناک عذاب میں مبتلا تھی۔

"صابر ملک کے بارے میں ہمیں معلومات دے دیں۔ ہم آپ کو سونے دیں گے بی بی، بصورت دیگر یہ جو بندہ ہے شوئیل خان! مجرموں کی وہ حالت کرتا ہے کہ۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم..... میں لاعلم ہوں، بے قصور ہوں۔" مہکار نے لہو رنگ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے ضمیر سے روتے ہوئے کہا۔

"صابر ملک کی دست راست، اس کے قدم سے قدم ملا کر چلنے والی لڑکی معصوم، بے قصور اور انجان کیسے ہو سکتی۔ میں تم جیسی لڑکیوں کو بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ باہر سے جتنی معصوم و اجلی نظر آتی ہو اندر سے اس قدر ہی مکار و غلاظت کی سیاہی میں لپٹی ہوئی، گناہوں و جرائم کا بنڈل ہوتی ہو۔" شوئیل نے آگے بڑھ کر اس کے رخساروں پر تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تھا لیکن نہ جانے کیوں اس کا بے سکون چہرہ دیکھ کر کیوں رک گیا۔

"خود اپنے آپ پر ظلم کر رہی ہو، آخر صابر ملک کو کیوں بچانا چاہتی ہو؟ کیا وہ اس وقت تمہاری مدد کو آ پہنچا ہے؟ اس جیسے وطن فروش سے وفاداری کیا معنی رکھتی ہے؟"

"میں کیا کروں؟ کس طرح یقین دلاؤں؟ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میں کچھ نہیں جانتی۔" شوئیل کے چہرے پر چھائی ہوئی نفرت اور سفاکی اس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھی لیکن وہ کیا بتاتی۔ اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ آخر یہ لوگ سچ کو کیوں نہیں پہچانتے۔ کیسے چہرہ شناس آتا ہے۔

اور شاید قدرت کو اس پر ترس آ گیا تو جو شوئیل خان کی سرد مزاجی و بے رحم سلوک کا مظاہرہ نہ ہوا تھا کہ اس کو اطلاع ملی کوئی خاتون اس سے صابر ملک کے بارے میں کوئی معلومات فراہم کرنا چاہتی ہے۔ وہ یہ سن کو فوراً ہی کمرے سے نکل گیا تھا اور اس خاتون کے سر پر جا پہنچا تھا جو اس سے ملنے آئی تھی۔

"آپ کا تعارف بی بی؟ آپ کیا معلومات رکھتی ہیں صابر ملک کے بارے میں؟"

شوئیل کرسی پر بیٹھتے ہوئے سامنے بیٹھی رنجیدہ و ملول سی خاتون کو دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں گویا ہوا۔ اس کی عقابی نگاہیں بہت گہرائی سے اس عورت کا جائزہ لے رہی تھی۔ جس کی عمر پچاس تیس کے درمیان ہوگی۔ درمیانے قد و اسمارٹ جسم کی مالک تھی وہ اور کبھی حسین بھی رہی ہوگی۔ لیکن اس وقت اس کے چہرے پر عجیب سے زخموں کے نشانات نے چہرہ خاصا بگاڑ دیا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں اور زرد رنگت کے باعث وہ خاصی بیمار و لاغر اور پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

"تعارف تو اچھے اور بڑے لوگوں کا ہوتا ہے صاحب۔ ہم جیسی عورتیں تو صابر ملک کی مہربانیوں سے اپنا وقار و مرتبہ کھو کر معاشرے کے لیے گالی بن کر رہ جاتی ہیں۔"

"کیا جانتی ہیں آپ صابر ملک کے بارے میں؟ اور آپ یہاں تک کیسے پہنچیں؟"

"صابر ملک شیطان صفت انسان ہے۔ ہمارے یہاں گھر گھر پھیلے ہوئے ایک مسئلے کو اس نے اپنا کاروبار بنایا اور بہت جلد اسے اس کاروبار میں ترقی کر کے آسمان پر پہنچا دیا۔"

"بی بی! آپ بات کو شارٹ کریں۔" اس کی تمہید شوئیل کو ایک آنکھ نہ بھائی۔

"سوری سر! ہمارے ہاں ایسا لگتا ہے جیسے رشتوں کا قحط پڑ گیا ہے۔ ہر گھر میں آپ کو یہی مسئلہ نظر آئے گا کہ لڑکیوں کے لیے مناسب اور اچھے رشتوں کا فقدان ہے۔ لوگ برادری، خاندان، ذات پات کے گھمنڈ اس سے بھی آزاد ہو گئے ہیں اور اس مجبوری وقت سے اس نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ صابر ملک نے ہمیشہ ان گھرانوں کا انتخاب کیا جو چھوٹی بچی رکھتے ہوں یا تنہا و لاوارث لڑکیوں سے اس نے شادیاں کیں اور بہت مکاری سے انہیں اپنے کاروبار میں استعمال کرنے لگا۔ اس کا پہلا شکار اس کی پہلی بیوی مہوش بنی۔ وہ بے حد خوب صورت اور متوسط گھرانے کی لڑکی تھی۔ بہت سادہ مزاج تھا اس کا۔ صابر ملک اسے لاہور سے شادی کر کے کراچی لے آیا اور رفتہ رفتہ اس نے اپنی غیرت اور اس کے حسن کی قیمت وصول کرنا شروع کر دی۔ ہمارے ہاں عموماً یہی ہوتا ہے کہ ماں باپ بچی کے گھر جا کر اچھا محسوس نہیں کرتے۔ بیٹی ہنستی مسکراتی، چمکتے لباس، زیورات سے سجی سنوری گھر آتی ہے تو وہ اس کا ظاہر دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں کہ ان کی بیٹی خوش ہے، آنکھوں میں کھیل رہی ہے۔ وہ مطمئن ہو کر اس کی طرف سے بالکل ہی بے فکر ہو جاتے ہیں۔ اسی غفلت سے صابر ملک نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ وہ مہوش کو سالوں میں اس کے والدین سے ملوانے لے جاتا اور بہت کم عرصے وہاں مہوش کے ساتھ قیام کرتا اور اس عرصے میں وہ بہت جان چھڑکنے اور پیار کرنے والے شوہر کا کردار ادا کرتا۔ گھر میں وہ مہوش کو تنہا ان کے ساتھ نہ چھوڑتا کہ مبادا وہ اس کا اصل بیان نہ کر دے۔ اس طرح وہ مہوش کے والدین کے لیے از حد پسندیدہ و قابل فخر داماد بن گیا تھا۔ پھر مہوش کے بعد بھی اس نے اسی طرح بے شمار لڑکیوں کو شکار کر کے جال میں پھنسایا اور اسی طرح اس کے جال میں، میں بھی پھنس گئی۔ میں سونیا درانی ہوں۔ اس کی شاندار پرسنالٹی اور اعلیٰ اسٹیٹس دیکھ کر میں نے اپنے بھائی بھابی کی بے حد مخالفت کے باوجود اس کی محبت میں اندھی ہو کر کورٹ میرج کر لی۔ اور اس کے کہنے میں آ کر ماں باپ کی طرح پرورش کرنے والے بھائی بھابی کو چھوڑ دیا ہمیشہ کے لیے اور..." اس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "اور بہت جلد مجھ پر اس کے اصلی چہرے کا انکشاف ہو گیا۔ صابر

ملک تنہا نہیں ہے۔ اس کا پورا گینگ ہے جو ہر وہ طریقہ جانتا ہے جو اس کے شکار کو اس کی راہ پر لا سکے۔ اس راہ پر جہاں پر جسم تو شکار ہوتے ہی ہیں روحیں بھی کثیف ہو جاتی ہیں۔ صابر ملک کے لیے جس دل میں کبھی از حد محبت تھی، پھر اس کے غلیظ کردار نے اتنی نفرت و کراہیت بھر دی کہ انتقام کے شعلے جسم میں خون بن کر دوڑنے لگے۔ مہوش سے بظاہر میرا سوتن کا رشتہ ہے مگر رشتے بھی جذبوں سے محسوس کیے جاتے ہیں۔ صابر ملک نے ہمیں وہ عزت و رتبہ نہیں دیا تو ہمارے اندر روایتی سوتن والا رشتہ بھی نہ تھا بلکہ وہ مجھ سے زیادہ انتقام کا جذبہ رکھتی تھی اور اس کا عزم تھا وہ صابر ملک کے ہاتھوں مزید لڑکیوں کو تباہ نہیں ہونے دے گی اور صابر ملک جو گزرتے وقت کے ساتھ وطن کی سلامتی و عزت کا دشمن بن گیا تھا اس کے خطرناک عزائم سے حکومت کو باخبر رکھنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ کیونکہ صابر ملک، ملک دشمن عناصر کے ساتھ مل کر اپنے ہی ملک کا دشمن بن چکا تھا۔ مہوش نے اور میں نے مل کر بہت ہوشیاری اور رازداری سے اس کے تمام خفیہ فون کالز، ڈاکومینٹس، تصاویر کی فوٹو کاپیز بنا کر چھپانا شروع کر دیں، پھر ایک وقت ایسا آیا کہ ہم عین موقع پر وہ تمام دستاویزات آپ کے حوالے کر کے صابر ملک کو گرفتار کرواتے کہ صابر ملک لاہور سے مہوش کی چھوٹی بہن کو لے آیا اور یہاں پر مہوش کو اپنا پلان ڈراپ کرنا پڑا۔ مہوش نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح بھی اپنی بہن کو وہاں سے کسی محفوظ جگہ پر منتقل کر دے۔ اس کی زندگی کا واحد مقصد اپنی بہن کی محبت و مستقبل تھا۔ اسے یقین تھا کہ صابر ملک اس کی بہن کو کسی خاص مقصد کے لیے اس کی اجازت کے بغیر لے آیا ہے اور اس نے نگرانی کے لیے اپنی خاص عورت کو اس کے پاس ملازمہ کے روپ میں چھوڑا ہوا تھا جس کا کام اس کی اور مہوش کی تنہا ملاقات نہ ہونے دینا تھا۔ ایک رات مہوش نے موقع پا کر گھر کے خفیہ دروازے سے آ کر اپنی بہن کو اصل صورت حال بتائی اور اسے ہوشیار رہنے کی تلقین کی۔ ابھی اس کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے باہر صابر ملک کے قدموں کی مخصوص آواز سن لی اور وہ پکڑے جانے کے خوف سے اسی وقت وہاں سے چلی گئی مگر بہت دیر ہو چکی تھی۔ صابر ملک اس کی جھلک وہاں سے نکلتے ہوئے دیکھ چکا تھا اور اس نے نہایت سفاکی سے اسے تہہ خانے میں بند کر دیا اور پھر اس کے ذریعے بلیک میل کر کے اس کی بہن کو اپنے مفاد میں استعمال کرنا شروع کیا۔"

"آپ کو میرا ریفرنس کس نے دیا؟ مہوش صاحبہ اور وہ دستاویزات کہاں ہیں؟ صابر ملک کے ٹھکانے کا آپ کو یقیناً معلوم ہو گا۔ آپ مطمئن ہو کر ہماری مدد کیجیے۔ ہم آپ کی اور مہوش صاحبہ کی بھرپور مدد اور حفاظت کریں گے۔" شوبیل نے اس کے خاموش ہوتے ہی بہت نرمی و ملائمت سے اسے سمجھایا۔

"مہوش؟ آہ۔" بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "وہ بدنصیب زندگی کی قید سے اسی دن آزاد ہو گئی تھی جب اسے خبر ملی تھی کہ اس کی بہن کو اسپیشل پولیس حراست میں لے چکی ہے۔ کینسر کے آخری اسٹیج پر وہ تھی۔ اس خبر نے اسے اس ناپسندیدہ زندگی سے آزادی دلوا دی۔"

"کس کی بات کر رہی ہیں آپ؟ وہ لڑکی مہکار تو نہیں ہے؟" عمیر نے پانی کا گلاس اسے دیتے ہوئے چونک کر استفسار کیا تھا۔

"جی۔ میں اسی کی وجہ سے یہاں آئی ہوں۔ وہ لڑکی مظلوم و بے قصور ہے۔" بطور خاص وہ مہکار کو شوبیل صاحب کے لیے لایا تھا۔ اس انکشاف پر شوبیل چونک اٹھا تھا۔ عمیر اور توجہ سے اس کی گفتگو سننے لگا۔

"میرا یقین کیجیے۔ آپ نے ابھی سوال کیا تھا کہ آپ کے بارے میں ہمیں کس نے بتایا تو ہم کئی ماہ سے اس کمینے انسان کو آپ کی وجہ سے پریشان دیکھ رہے تھے۔ آپ کی وجہ سے اس نے اپنے خفیہ کلب و دیگر سرگرمیاں بند کر دی تھیں۔ اس کی کوشش تھی کہ کسی طرح سے آپ کو ٹریپ کر کے وہ خطرے کی گھنٹی توڑ ڈالے۔ آپ کی وطن سے محبت، ملازمت سے عشق، اعلیٰ اخلاق و بلند کردار کا ذکر سن کر ہی مہوش نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ڈاکومینٹس آپ کو ہی دے گی ورنہ بڑے بڑے آفیسرز کو اس نے صابر ملک کے جوتوں کی خاک چاٹتے دیکھا تھا لیکن بے چاری آپ تک نہ پہنچ سکی اور شاید میں بھی نہ پہنچ پاتی کہ صابر ملک کی نگاہوں میں، میں بھی مردہ ہوں۔ بے انتہا تشدد کے بعد وہ مجھے مردہ سمجھ کر چھوڑ گیا تھا۔ لیکن شاید میری زندگی تھی اور مجھے مہوش کے مشن کو مکمل کرنا تھا اس لیے بچ گئی۔ شوبیل صاحب! آپ مہکار کو چھوڑ دیجیے۔ میں آپ کو وہ تمام ڈاکومینٹس دے دوں گی اور صابر ملک کے اصل ٹھکانے تک لے جاؤں گی۔ میں نے پل پل اس کی نگرانی کی ہے۔"

"او کے، پہلے آپ کو ہماری کاغذی کارروائی پوری کرنی ہو گی۔ پھر ہم انہیں آزاد کر دیں گے۔ میں آج ہی صابر ملک کو گرفتار کروں گا۔" شوبیل نے کھڑے ہوتے ہوئے پرعزم لہجے میں کہا۔

❖❖❖

جسم پر لگے زخم مرہم سے مندمل ہو جاتے ہیں مگر روح پر لگے زخموں کو وقت بھرتا ہے۔ لیکن ان کی تکلیف و اذیت انسان کسی نہ کسی موقع پر محسوس کرتا ہی رہتا ہے۔ یہی کچھ اس کے ساتھ بھی ہوا تھا۔ ماں باپ کے بعد اس کا واحد سہارا، جینے کی امنگ، اس کی بہن تھی اور اس کی خاطر وہ صابر ملک کے ہاتھوں کٹھ پتلی بننے کو تیار ہو گئی تھی۔ مہوش کے دنیا چھوڑ دینے کی خبر اس پر بجلی بن کر گری تھی اور اس سے زیادہ تکلیف دہ بات اس کے لیے یہ تھی کہ وہ اس کا آخری دیدار بھی نہ کر پائی تھی۔ سونیا کو اس کی حفاظت کے لیے ہی مہوش نے چھوڑا ہوا تھا لیکن وہ بہن کی سرد مہری، بیگانگی، تند مزاجی و کرختگی کی وجہ سے بہت دیر میں جان پائی اور اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ صابر ملک اپنا کام کر چکا تھا، وہ جاتے جاتے بھی نہ صرف اسے بلکہ ملک و قوم کو بھی بڑے خطروں سے آزاد کروا گئی تھیں۔

صابر ملک کا تعلق ان گھٹیا لوگوں میں آتا تھا جو دولت کی خاطر اپنی انا، خودداری، ضمیر اور غیرت تک کا سودا تو کر ڈالتے ہی ہیں مگر جب ہوس زر بڑھ جائے تو ملک و ملت کی سلامتی کا بھی سودا کر ڈالتے ہیں۔ صابر ملک بھی اب ملک دشمنوں سے مل گیا تھا۔ شاندار پارٹیز کے بہانے وہ بڑے بڑے افسران اور دیگر اعلیٰ رینک کے نام نہاد لوگوں کو بلاتا تھا جن میں کچھ عیاش و بے ضمیر لوگ اس کے جال میں پھنس کر بعد میں اپنی عزت و نام بچانے کے لیے خاموشی سے اس کے لیے ہر وہ کام کرتے جو وہ چاہتا اور جو اس طرح اس کے قابو میں نہ آتے انہیں اپنی راہ پر چلانے کے لیے اس کے پاس بہت سے طریقے تھے۔

مہکار کو شوبیل کے پاس بھیجنے کا اس کا مقصد یہی تھا کہ وہ نشہ آور پاؤڈر کولڈ ڈرنک میں پینے کے بعد شوبیل ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا اور وہ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے وہاں خفیہ کیمرے پہلے ہی نصب کروا چکا تھا۔ وہ اسی طرح بلیک میل کیا کرتا تھا۔ لیکن شوبیل پر اسے پورا بھروسا نہیں تھا اس لیے اس نے اپنے خاص آدمیوں کو نگرانی کے لیے چھوڑ رکھا تھا اور اسے وقت سے پہلے ہی گڑبڑ کی اطلاع مل گئی تھی۔ وہ فوراً ہی اپنے بے حد خفیہ ٹھکانے پر روپوش ہو گیا تھا اور یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اس کے اس ٹھکانے سے سونیا واقف تھی۔ سونیا نے پہلے وہ تمام ثبوت اسے فراہم کیے جو بڑی محنت کے بعد مہوش نے اور اس نے حاصل کیے تھے پھر پولیس نے اس کی رہنمائی میں بھرپور اس ٹھکانے پر ریڈ کیا۔ پہلے تو دونوں جانب سے فائرنگ کا زبردست تبادلہ ہوا پھر صابر ملک نے سرینڈر کر دیا تھا۔

سونیا اس فائرنگ میں ہلاک ہو گئی تھی اور صابر ملک کے کئی ساتھی بھی۔ شوبیل نے اعلیٰ حکام سے درخواست کی تھی کہ ابھی کچھ عرصے تک صابر ملک کی گرفتاری کو راز رکھا جائے تاکہ دوسرے مجرموں کو بھی اس کے ذریعے اسی طرح رازداری سے پکڑ کر سزا دی جائے اور اعلیٰ حکام نے اس کی درخواست منظور کر لی تھی۔

❖❖❖

مہکار کو عمیر اپنے گھر لے آیا تھا۔ اسے پہلی ہی نظر میں وہ بہت پاکیزہ و معصوم لگی تھی۔ پھر یہ جاننے کے بعد کہ وہ تنہا و بے سہارا ہے اس نے بہت پرخلوص ہو کر اسے بہن بنا کر سہارا دینے کی کوشش کی تھی جو مہکار نے سختی سے ٹھکرا دی تھی۔ وہ اب کسی رشتے پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں تھی اور عمیر اسے کسی فلاحی ادارے میں بھیجنے پر تیار نہ تھا۔

اس نے اپنی بیوی اسماء کو اس کی تمام اسٹوری بتائی تو وہ جو بہت پرخلوص و مہربان طبیعت کی مالک تھی، فوراً ہی اسے گھر لانے کو تیار ہو گئی۔ ویسے بھی ان دنوں اسے کسی ایسے فرد کی ضرورت تھی جو گھر کے کام میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ بہت کوششوں کے بعد وہ مہکار کو اس شرط پر گھر میں لانے میں کامیاب ہوئی کہ وہ بطور ملازمہ وہاں کام کرے گی اور کسی سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔

"مہک! بیٹھو نا! کہاں جا رہی ہو؟" وہ اپنا کام کر کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی اسماء نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنائیت سے کہا۔

"کمرے میں جا رہی ہوں، عمیر صاحب کے آنے کا ٹائم ہو رہا ہے۔"

"اوہ۔ تم کب تک ہمیں اپنا سمجھو گی مہکار۔ عمیر تمہیں بہنوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ میں تمہیں اتنا چاہتی ہوں۔ کیا تمہیں ہماری چاہت و خلوص میں کوئی کھوٹ، غرض یا بناوٹ نظر آتی ہے؟ آج بتا دو، دیکھو ڈیئر! جو لوگ خراب ہوتے ہیں وہ بہت جلد اپنی فطرت ظاہر کر دیتے ہیں۔ اگر ہم اچھے لوگ نہیں ہیں تو ہمیں کون روک سکتا ہے تمہارے ساتھ برائی کرنے سے؟ دنیا میں اگر سب لوگ جابر ملک جیسے رشتوں کو پامال کرنے والے ہو جائیں تو یقین رکھو یہ دنیا کب کی رب کے قہر کی نذر ہو جاتی۔ یہاں اچھے برے سب لوگ ہیں جن کی شناخت وقت کے ساتھ ساتھ ہو جاتی ہے۔ اب تم بے اعتباری و بداعتمادی کی دھند سے نکل آؤ۔ یاد رکھنا ہم تم سے وفا کریں گے تو سمجھو اپنے رب سے وفا کرنے کے مترادف ہوگا۔"

"یہ بات ٹھیک ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ سانپ کا ڈسا رسی سے بھی خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ میں نے بہت بڑا فریب کھایا ہے۔ جس شخص کو میں فرشتہ اور قابل رحم شوہر سمجھتی رہی اس کا اصل، مگر وہ شیطان صفت نکلا۔ اور میری بہن جس کے لیے میرے دل میں وہ والہانہ محبت بھی محسوس نہیں ہوئی جس کی طرف سے میں ہمیشہ متنفر و بدظن رہی۔ وہ کیا نکلیں۔ ایسی محبت، ایسا خیال تو شاید ہی کسی بہن نے بہن کا کیا ہوگا۔"

مہکار شدت دکھ سے بری طرح رو پڑی۔ اسماء نے تڑپ کر اسے سینے سے لگا لیا۔

"بعض رویے اپنی اندر بہت مصلحتیں اپنے اندر چھپائے ہوتے ہیں کہ جب ہم پر آشکار ہوتے ہیں تو ہم صرف پچھتانے اور دکھی ہونے کے کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن اب اس کا یہ مقصد نہیں کہ ہم ان پچھتاووں کو اپنی بقیہ زندگی کا حصہ بنا لیں۔ اس طرح تم اپنی بہن کی روح کو بھی تکلیف پہنچاؤ گی اور اللہ کی بھی ناپسندیدہ ٹھہرو گی۔ اب دیکھو میں تمہاری مہوش آپی ہوں اور ان کے بدلے کی ساری محبتیں تم مجھ پر لٹاؤ۔ مجھے تم بڑی بہن کی طرح ہی پاؤ گی۔ دیکھو مہوش کے واسطے تمہیں خود کو بدلنا ہوگا اور ایک اچھی خالہ کی طرح اپنے آنے والے ننھے بھانجے یا بھانجی کے لیے تیاری بھی کروانی ہوگی۔" اسماء نے کچھ شرما کر اشارہ کیا تو وہ بہتے آنسوؤں کے درمیان مسکرا دی۔

❖❖❖

"پاپا جان! آپ نے جویریہ کی انگیجمنٹ کر دی اور مجھے بتانا تک گوارا نہیں کیا۔ کیا میں اس کا بڑا بھائی نہیں ہوں؟ اس پر حق نہیں رکھتا؟"

گھر میں آتے ہی دادی جان سے یہ خبر سن کر وہ سید حسان کے بیڈ روم میں چلا آیا تھا۔

"اوہ! بڑا بھائی، حق؟ تم نے کبھی انہیں سمجھا ہے بہنیں جو آج حق جتانے چلے آئے؟ وہ میری بیٹیاں ہیں، میری۔ میں حق رکھتی ہوں ان کے بارے میں سوچنے کا۔" فائزہ بیگم بے ساختہ بول پڑیں۔

"آپ کی اسی "میں" اور "میری" نے ہمارے درمیان فاصلوں کو کبھی ختم ہونے نہیں دیا لیکن اب میں کوئی پروا نہیں کروں گا۔ جب تک لڑکے اور اس کے خاندان کے بارے میں مکمل معلومات نہ کر لوں، بات آگے نہیں بڑھ سکتی۔" شموئیل نے اٹل لہجے میں کہا۔

"ارے واہ، مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ تم نے انگیجمنٹ کو کوئی کھیل سمجھا ہے؟"

"خاموش رہو۔ بیٹے ابھی صرف رشتہ آیا ہے۔ تم بہت بزی تھے اس لیے میں انتظار کر رہا تھا کہ تم فارغ ہو تو بات کروں۔ تم جویریہ، سویرا کے بھائی ہو اور پورا حق رکھتے ہو ان پر۔ لڑکے سے کل میں ملوا دیتا ہوں تمہیں۔ پھر باقی کام تمہارا ہے۔"

راحیل صاحب جو بیٹے کو اس روپ میں دیکھنے کے انتظار میں کب سے تھے آج دلی مراد پوری ہوتے دیکھ کر مسرت سے لبریز لہجے میں گویا ہوئے۔

"میرے سگے بھائی کا بیٹا ہے۔ کوئی آوارہ بدمعاش تھوڑی ہے۔"

"فی الحال لڑکی کا بھائی جب تک مطمئن نہیں ہوگا، کوئی فیصلہ بھی نہیں ہوگا۔"

بیٹے کی محبت پا کر راحیل صاحب پھولے نہ سما رہے تھے۔

❖❖❖

کال بیل کی آواز پر اس نے گیٹ کھولا اور سامنے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر لمحے بھر کو وہ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی۔ اسے اپنے تاراج کیے جانے والے لمحات یاد آ گئے۔ اس کے چہرے پر تحیر جیسی کیفیت نمودار ہو گئی۔

"وہ عمیر، مسز عمیر ہیں؟" اسے دیکھ کر وہ بھی چونک گیا تھا۔ وہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ یہاں ہے۔ اس نے شدید مخالفت کی تھی اسے دارالامان کے بجائے گھر لانے کی۔ جواب میں اس نے کچھ نہیں کہا تھا اندر جا کر اسماء کو اطلاع کر دی تھی اور خود کچن میں آ گئی تھی۔ وہ میاں بیوی بہت مہمان نواز لوگ تھے۔ انجانے لوگوں کی بھی خوب خاطر مدارات کیا کرتے تھے۔ پھر اس شخص کے تو ذکر یہاں ہر روز بڑے چاؤ سے کیے جاتے تھے۔ سو اسی حساب سے وہ جتنا اہتمام کرے ناکافی ہی تھا۔

"ارے واہ! اتنی جلدی اتنا اہتمام کر لیا۔ اور چیزیں بھی تمام شموئیل کے پسند کی ہیں۔ تم ٹرالی لے کر چلو میں چائے تیار کر کے لے آتی ہوں۔" اسماء لوازمات سے بھری ٹرالی اس کی جانب کھسکا کر بولیں۔

"نہیں باجی! آپ یہ ٹرالی لے کر جائیں میں چائے فلاسک میں بھر کر لا رہی ہوں۔ اور پلیز آپ مجھے وہاں رکنے کا نہیں کہیے گا۔" اس نے چائے کے برتن ٹرالی میں سیٹ کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"کیوں؟ یہ کیا بات ہوئی؟ عمیر بھی آ گئے ہیں۔ وہ..."

"پلیز باجی! بھائی جان کو کہہ دیجیے گا کہ میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔" اس کے لہجے میں کچھ ایسا اصرار تھا کہ وہ خاموش ہو گئیں اور چائے کے تیار ہونے تک چند منٹ وہاں رک گئیں۔

"شموئیل کی بہن کی انگیجمنٹ ہے سنڈے کو۔ اس کا انویٹیشن کارڈ دینے آیا ہے۔ دراصل وہ بچپن سے ہی اپنی دادی کے ساتھ رہا ہے۔ اس کی مدر کی ڈیتھ اس وقت ہوئی جب وہ ایک سال کا بھی نہ تھا تب اسے اس کی دادی نے ہی پرورش کیا ہے۔ اس کے فادر نے دوسری شادی کر لی تھی لیکن دوسری ماں کب شوہر کی پہلی اولاد کو اپنا سمجھتی ہے۔ بلکہ وہ [illegible] بہانے راحیل انکل کو اس ملک سے ہی باہر لے گئیں اور کبھی کبھی یہاں آتی تھیں ان کے ساتھ پھر دو بیٹیاں ہونے کے بعد تو ان کا دماغ اور زیادہ ہی خراب ہو گیا ہے۔ شموئیل محبتوں کو ترسا ہوا انسان ہے۔ مجھے تو بہت ترس آتا ہے اس پر۔ کس طرح اتنی چھوٹی عمر میں ماں کی محبت و شفقت سے تو محروم ہوا ہی تھا پھر باپ سے بھی دور کر دیا گیا۔ اگر ان کی دادی اتنی اچھی چاہنے والی، خیال رکھنے والی نہ ہوتیں تو آج وہ اتنے اچھے انسان نہ ہوتے۔"

"چائے تیار ہوچکی ہے، جلدی جائیں۔ سب ٹھنڈا ہوجائے گا۔" وہ فلاسک ٹرالی میں رکھ کر ان سے مخاطب ہوئی۔ اسے شوئیل کی تعریف ایک آنکھ نہ بھارہی تھی۔ اس کے اندر لاوا سا کھولنے لگا تھا۔ اسماء کے جانے کے بعد اس نے کچن کی صفائی کی اور اپنے کمرے میں آگئی۔

اس کے اندر بے چینی و اضطراب سا پھیلتا جارہا تھا۔ چند منٹ وہ کارنر پر رکھی چیزوں کو دوبارہ ترتیب دیتی رہی، اس سے بھی بے کلی دور نہ ہوئی۔

"شوئیل خان! تم محبتوں کو نہیں انسانیت و اخلاقیات کے ترسے ہوئے انسان ہو۔"

اس نے نفرت سے سوچا۔ اس کی نگاہوں میں وہ منظر گھومنے لگے جب وہ اس سے صابر ملک کے خلاف معلومات حاصل کرنا چاہ رہا تھا اور وہ چیخ چیخ کر رو کر، گڑگڑا کر کہہ رہی تھی کہ وہ کچھ نہیں جانتی لیکن اسے یقین نہ آیا تھا۔ کتنا بے رحم و سفاک تھا وہ، پتھر سے بنا جیتا جاگتا سانس لیتا انسان۔ اس کے دہکتے بازو کی گرفت اسے ابھی بھی اپنے شانوں کو جکڑتے ہوئے محسوس ہورہی تھی۔ "شوئیل خان میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔"

❖❖❖

دونوں میاں بیوی کے بے حد اصرار کے باوجود وہ انگیجمنٹ میں نہیں گئی تھی۔

اسماء نے واپسی کے بعد وہاں کی ایک ایک بات اسے بتائی تھی۔ وہ بہت متاثر تھی ان لوگوں سے۔

"عمیر نے بہت شاندار ارینج منٹ کی تھی۔ سگے بھائی سے بڑھ کر حق نباہ رہا ہے۔ جویریہ دلہن بن کر بہت اچھی لگ رہی تھی۔ دولہا نے دلہن کو رنگ پہنائی تھی لیکن دلہن نے شرم کے مارے رنگ نہ پہنائی۔ شوئیل نے دولہا کو رنگ پہنائی تھی۔ اس دن ان کی ممی بھی سوتیلے بیٹے سے بہت خوش نظر آرہی تھیں۔ اور کیوں نہ آتی۔ جس کو کبھی انہوں نے اپنا نہیں سمجھا اس نے اپنوں سے بڑھ کر خود کو منوایا۔ اور شوئیل کی دادی وہاں آئی ہوئی ایک ایک لڑکی کو بہانوں سے شوئیل کو دکھارہی تھیں کہ وہ شاید کسی کو پسند کرے تو وہ بھی اپنی دیرینہ آرزو اس کی شادی کی پوری کریں مگر شوئیل کہاں فیشن کے نام پر کارٹون بن کر آنے والی لڑکیوں کو پسند کرسکتا تھا۔ اس نے ایک آنکھ کسی کو بھی گوارا نہیں کیا۔ وہ ایسا ہی ہے شریف دیا کردار۔"

"باجی! اگر آپ کا شوئیل نامہ مکمل ہوگیا ہو تو شاپنگ کو چلیں؟" مہکار کی قوت برداشت جواب دے گئی تو اسے ٹوکنا ہی پڑا۔ ایک جھٹکے سے بند کرکے اسے پوری طرح اور برے بیچے تھے مگر اسماء کی طبیعت ابھی تک سیر ہی نہ ہو پارہی تھی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ یہی تو چند دن ہیں میرے پاس باہر نکلنے کے پھر تو ڈاکٹر نے پابندی لگادی ہے اس لیے میں چاہتی ہوں گھر میں دو تین ماہ کا سامان اسٹاک ہوجائے۔ عمیر کو گھر لیے شاپنگ کرنی نہیں آتی اور تم تو گھر سے تنہا نکلنا جانتی ہی نہیں ہو۔"

بڑی سی چادر سے خود کو ڈھانپتے ہوئے انہوں نے حسب عادت طویل جواب دیا تھا۔

خریداری کرتے ہوئے انہیں وقت گزرنے کا احساس نہ ہوا۔ وہ جب شاپنگ سینٹر سے باہر آئیں دوپہر کی روشنی شام کے سرمئی غبار میں ڈھل چکی تھی۔

"بہت تھک گئے، آؤ یہاں قریب ہی ریسٹورنٹ ہے، وہاں کے سینڈوچ اور چائے بہت لذیذ ہوتی ہے۔ وہاں کچھ کھالیں گے تو توانائی لوٹ آئے گی۔ چائے سے تھکن دور ہوجائے گی۔"

"نہیں باجی! اتنے شاپنگ بیگز کے ہمراہ کسی ہوٹل یا ریسٹورنٹ میں جانا اچھا نہیں لگتا۔ اب سیدھے گھر چلیں گے، وہاں جاکر چائے وغیرہ پئیں گے۔"

مہکار ٹیکسی اسٹینڈ کی جانب بڑھتی ہوئی بولی۔ بات معقول تھی۔ اسماء اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ ٹیکسی اسٹینڈ پر اس وقت کوئی ٹیکسی نہیں تھی۔ رکشہ کی تلاش میں انہوں نے قدم آگے بڑھائے ہی تھے کہ ڈارک بلو چمچماتی کار ان کے قریب آکر رکی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر شوئیل کو دیکھ کر اسماء خوش ہوگئی۔ لیکن مہکار کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات اس کی جہاندیدہ نگاہوں سے بھی مخفی نہ رہ سکے تھے۔

"آیئے، میں ڈراپ کردوں گا آپ کو۔" اس نے باہر نکل کر ان کے ہاتھ سے بیگز و شاپرز لیتے ہوئے کہا۔

"اب آگئی دیر سے یہاں خوار ہورہے ہیں۔ شام کے وقت رکشہ ٹیکسی مشکل سے ملتے ہیں، چلو آجاؤ، شوئیل کوئی غیر تھوڑی ہے۔ بھائیوں کی طرح عزیز ہے مجھے۔ ہم آرام سے گھر پہنچ جائیں گے۔" اسماء اس کے ہاتھ سے سامان لے کر شوئیل کو دیتی ہوئی اسے سمجھانے لگی۔

ڈگی میں سامان رکھتے ہوئے ڈارک گلاسز کے پیچھے سے شوئیل نے پہلی بار اسے غور سے دیکھا۔ شام کی سرمئی دھند میں اسٹریٹ لائٹس کی سنہری روشنی میں دمکتا اس کا نوخیز حسن، سیاہ نیٹ کے سوٹ میں اس کی گلاب رنگت، گلاب کی طرح ہی کھلی کھلی لگ رہی تھی۔ اتنا سادہ و بھرپور حسن، اس نے حیرانگی سے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ دل میں لگے تمام قفل یکدم ہی ٹوٹ گئے تھے۔ دل و جذبات کی دنیا اس طرح بدلی تھی کہ وہ حیران رہ گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر بیک مرر کو اس کے چہرے پر فوکس اس نے بے اختیار کیا تھا۔

"آپ یہاں کیا کررہے تھے شوئیل؟" اسماء نے سیٹ سے ٹیک لگاتے ہوئے استفسار کیا۔

"جویریہ کے سسرال والے جلد شادی کرنا چاہ رہے ہیں اسی سلسلے میں جیولری شاپ گیا تھا۔" اس نے بیک مرر میں دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔ مہکار نے ایک دفعہ بھی سر نہیں اٹھایا تھا۔ اسے سخت غصہ تھا اس شخص کی کار میں سفر کرنے کا۔ اس بات سے وہ بے خبر تھی کہ وہ تمام راستے اس سرپھرے شخص کی نگاہوں کے حصار میں رہی تھی۔ ایک مہنگے ہوٹل میں وہ انہیں لے گیا تھا۔ اسماء کی خاطر وہ چلی گئی تھی۔ لیکن اس نے وہاں کسی چیز کو ان کے اصرار کے باوجود ہاتھ نہ لگایا تھا۔ اسماء کے علاوہ شوئیل نے بھی اس کے رویے کو شدت سے محسوس کیا۔

❖❖❖

"بھائی! کہاں چلے گئے تھے آپ؟ لنچ پر کتنا انتظار کیا ہے آپ کا۔" اسے دیکھتے ہی سویرا اور جویریہ آگے بڑھ کر اس سے بولی تھیں۔

"لنچ میں نے باہر کرلیا تھا۔ جویریہ کے لیے کچھ شاپنگ کرنی تھی۔" اس نے قریب بیٹھی جویریہ کی طرف دیکھتے ہوئے دھیرے سے مسکرا کر ہاتھ میں پکڑی بک اس کی طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ جیولری کی بک ہے اس میں جو ڈیزائن پسند آئے اس پر نشان لگادینا۔ پھر آرڈر پر ہمیں وہ جیولری مل جائے گی۔"

"بھائی! جو آپ پسند کریں وہی بہتر ہے۔ میں کیا جانوں۔" جویریہ شرما کر بولی۔

"میں؟ ہاہاہا..... یہ میری کپتنی گری نہیں ہے۔ ممی اور دادی کی مدد لے لو۔" وہ بے ساختہ ہنستا ہوا بہت خوش اچھا لگا تھا دونوں بہنوں کو۔

"دونوں کیوں دماغ خراب کرنے بیٹھ گئی ہو بھائی کا۔ چلو ٹیبل پر ڈنر کے لیے برتن لگاؤ۔ میں نے کھانا تیار کرلیا ہے۔" فائزہ بیگم وہاں آکر بیٹیوں سے مخاطب ہوئی تھیں۔ جب سے شوئیل نے بہنوں اور باپ سے اپنا رویہ درست کیا تھا گھر کا ماحول بہت پرسکون و خوب صورت ہوگیا تھا۔ فائزہ بیگم شروع شروع میں اپنے رویے پر قائم رہی تھیں لیکن جویریہ کے منگنی کے سلسلے میں جو محبت اور ذمے داری کا احساس اس نے دیا تھا، اس احساس نے ان کے اندر کی زہریلی عورت کا زہر رفتہ رفتہ ختم کردیا تھا۔ ان کا رویہ بھی ساس اور بیٹے سے بہتر ہوتا جارہا تھا۔ وہ اپنی سابقہ حرکتوں پر شرمسار تھیں۔ شوئیل سے بظاہر وہ ابھی بھی لاتعلق رہتی تھیں مگر اس کا خیال ماں کی طرح ہی رکھنے لگی تھیں۔ روبرو ہوتے ہوئے ابھی اس سے جھجک سی تھی انہیں۔

"جویریہ کو کچھ مت کہا کرو بہو! وہ اس گھر میں اب چند ہفتوں کی مہمان ہے۔" دادی جان وہاں آکر جویریہ کو سینے سے لگاتی ہوئی گویا ہوئیں۔

"بیٹیاں تو مہمان ہوتی ہی ہیں اماں! لیکن میرا

بھی فیصلہ سن لیں۔ جب تک اس گھر میں بہو نہیں آئے گی، جویریہ سسرال نہیں جائے گی۔"

"ارے یہ ہوئی نا بات!" سویرا کھلکھلا کر پرجوش انداز میں چہکی۔

"بہو تو جب آئے گی، جب بیٹے کی رضا ہوگی۔ یہاں تو بیٹے صاحب کی کھوپڑی کو ہم جیسے لاگے گھوم رہے ہیں۔ انہیں کسی کی فکر ہے نہ پروا۔" دادی کا لہجہ جلا کٹا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے اماں! ابھی سے عمیر سے معلوم کیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے اس محبت سے بچنے کے لیے یہ فرضی کہانی سنا رکھی ہے جو قطعی حقیقت نہیں ہے۔" فائزہ بیگم نے شوکیل کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"عمیر! انہیں چھوڑوں گا نہیں میں، ایڈیٹ۔" اس نے تصور میں عمیر کی درگت بنائی تھی۔

"واہ بھئی شاباش ہے! ابھی دادی کی چاہ کا یہ صلہ دیا ہے تم نے۔"

"دادی جان! پلیز، آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ میرا مقصد آپ کی دل آزاری ہرگز ہرگز نہ تھا بلکہ ان دنوں آپ کے پرزور مطالبوں سے گھبرا کر مجھے وہ سب کہنا پڑا تھا۔" اس نے ناراض دادی کو مناتے ہوئے عاجزی سے کہا۔

"معاف کردیں اماں! بچہ ہے آئندہ بھی ایسی بات نہیں ہوگی۔" فائزہ بیگم کے کہنے پر اماں کا غصہ کچھ کم ہوا تو وہ بولیں۔

"دو شرائط پر اس کو معاف کروں گی۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ تم ماں اور بیٹا اپنے درمیان قائم مصنوعی بیگانگی و اجنبیت کی دیوار گرا دو۔"

"اماں! حماقتوں کا احساس وقت گزرنے کے بعد ہی کیوں ہوتا ہے۔ بہت بدنصیب ہوں میں جو فضول انا و ضد کے پیچھے بیٹے کی دشمن بنی رہی۔ آپ نے درست کہا تھا، ماں تو ماں ہوتی ہے اس کے لیے اولاد صرف اولاد ہوتی ہے۔ سگے، سوتیلے کی تفریق سے بالاتر۔ میں اتنی شرمندہ ہوں بیٹا! کہ آپ سے تو کیا خود سے نظر ملانے کے قابل نہیں ہوں۔"

"ایسا نہ کہیں پلیز، گستاخیاں و زیادتیاں مجھ سے بھی کم نہیں ہوئی ہیں۔ بس اب تکلیف دہ باتوں کو آج سے پیچھے چھوڑ کر ہم اپنائیت و خوشیوں کی راہ پر چلیں گے۔" شوکیل نے نادم و شرمندہ فائزہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر کہا تو نم آنکھوں سے انہوں نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم کر دعاؤں سے نوازا تھا۔

"میری دوسری شرط بھی کان کھول کر سن لو۔ جب تک شادی کے لیے ہاں نہیں کرے گا تب تک میں اس سے ناراض رہوں گی۔ اگر اسے کوئی لڑکی پسند ہے تو ایک ہفتے کے اندر اندر ہمیں اس کا پتا دے دے۔ ورنہ ایک ہفتہ گزرنے کے بعد ہم اپنی پسند کی لڑکی ڈھونڈ کر شادی کی تاریخ طے کردیں گے۔"

"دادی جان! ایک ہفتہ بہت کم ہے۔ پلیز کچھ دن اور بڑھا دیں۔"

"نہیں، بالکل نہیں۔ ایک ہفتے سے کم نہ زیادہ۔ صرف ایک ہفتہ ہے تمہارے پاس۔"

ان کے حکم پر وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

✿✿✿

"کس کا فون تھا؟" مہ کار کا سرخ چہرہ اور ریسیور غصے سے رکھنے کے انداز سے وہ سمجھ چکی تھیں کہ کس کا فون ہوسکتا ہے مگر پھر بھی انجان بن کر پوچھنے لگیں۔

"آپ اچھی طرح سمجھ سکتی ہیں باجی! کس کا فون ہوسکتا ہے۔" اس کا موڈ ابھی بھی بگڑا ہوا تھا۔

"میرے خیال میں تم اس کی بات سن لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جو کچھ اس سے ہوا وہ اس کے پروفیشن کا حصہ تھا۔ اس نے کسی ذاتی دشمنی کی بنا پر تمہیں نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ وہ بارہا ان چار دنوں میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کررہا ہے۔ تم بہت لکی ہو مہ کار، ایک بہت شاندار ساتھی تمہیں شریک حیات بنانے کے لیے کس طرح جدوجہد کررہا ہے۔ ان چار دنوں میں انہوں نے کتنے چکر یہاں کے لگائے ہیں۔ بے شمار فون کال کرچکا ہے۔ مگر تم اتنی کٹھور اور سنگ دل بنی ہوئی ہو کہ اس کے آتے ہی کمرے میں بند ہوجاتی

ہو، ریسیور اس کی آواز سنتے ہی رکھ دیتی ہو۔ میری مانو ایک بار تنہائی میں سوچو تو سہی اس کے بارے میں۔"

"باجی! پلیز، مجھے مجبور نہ کریں۔ ہاں اگر آپ لوگوں پر میں بوجھ ہوں تو..."

"بس اب مہ کار، ہمارے خلوص سے بے غرض محبت کو کسی کی دیوانگی کی خاطر نظر انداز کرو، تم بھی اب سمجھ دار ہو اور نہ بچی ہو۔" اسماء نے اس کی بات قطع کرتے ہوئے تیزی سے کہا اور کمرے سے نکل گئی تو اسے اپنی جذباتیت کی شدت کا احساس ہوا۔ اپنی بدکلامی کے باعث وہ اپنے محسنوں کی دل شکنی کر گئی تھی۔ اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ دوڑ کر کمرے میں آئی اور افسردہ بیٹھی اسماء کے شانے پر سر رکھ کر رونے لگی۔

"مجھے معاف کردیجیے باجی۔ میں جذباتیت میں فضول بول گئی تھی۔"

"کوئی بات نہیں، میں ناراض نہیں ہوں۔ بس آج سے یہ باب ختم، میں عمیر کو بھی منع کردوں گی کہ وہ شوکیل کو انکار کردیں جس کی وجہ سے ہمارے درمیان بدمزگی و بدگمانی پیدا ہو۔ وہ بات اس گھر میں نہیں ہونی چاہیے۔"

وہ تو بڑے بھرپور زعم میں تھا کہ کوئی بھی لڑکی اس کی رفاقت سے انکار نہیں کرسکتی۔ وہ جس کو چاہے پاسکتا ہے کہ اپنی بھرپور مردانہ وجاہت، اعلیٰ خاندانی بیک گراؤنڈ اور بڑی جائیداد کے اکلوتے وارث ہونے کے علاوہ وہ ایک پرکشش جاب پر فائز ہونے کا احساس اسے تھا۔

لیکن اس کی خوش فہمی و تفاخر کو ایک بہت عام سی لڑکی نے چکنا چور کردیا تھا۔ گزشتہ چھ روز سے وہ اس کے پیچھے خوار ہورہا تھا مگر وہ معمولی سی بھی لفٹ نہیں دے رہی تھی۔ عمیر اور اسماء نے بھی صاف کہہ دیا تھا کہ وہ مہ کار کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔ اسے تنہا ہی اپنا مسئلہ حل کرنا تھا اور پرابلم یہی تھی کہ صرف ایک دن باقی تھا دادی کی شرط پوری کرنے کے

اقوال زریں

✿ برے دوستوں سے بچو کیونکہ وہ تمہارا تعارف بن جاتے ہیں۔

✿ جب تک کسی سے بات چیت نہ کرو اسے حقیر نہ جانو۔

✿ تحریر ایک خاموش آواز ہے اور قلم ہاتھ کی زبان ہے۔

✿ دولت کے بھوکے کو کبھی حقیقی سکون حاصل نہیں ہوسکتا۔

✿ ہر ناکامی کے بعد کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ ناکامی کے بعد مایوس نہ ہوا جائے۔

✿ دشمنوں کو نیک مشورے سے شکست دو اور دوستوں کو اخلاق و انکسار سے اپنا گرویدہ بنالو۔

✿ عورت مصیبت و غم کو کم کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

✿ امید کا دوسرا نام غریبوں کی قوت ہے۔

(ماہا حسین۔ کراچی)

لیے۔ اگر کل کا دن بھی یوں ہی گزر گیا تو پھر وہ دادی جان کو نہیں روک سکتا تھا۔ ہاں اگر اس شام وہ سرخی رخسار میں آنکھوں میں ناپسندیدگی، چہرے پر بیزاری لیے وہ گلاب چہرہ اچانک ہی اس کے دل کے مقفل دروازے کھول کر براجمان نہ ہوجاتا تو وہ دادی کی منتخب کردہ کسی بھی لڑکی کو پوری سچائی سے اپنالیتا مگر اب بات دل سے زیادہ ضد و خود سری کی آگئی تھی۔ اسے زندگی میں بہت کم چیزیں اور بہت ہی کم چہرے پسند آئے تھے۔ اپنی پسندیدہ چیز دل کو اس نے لاکھ جتن کرکے حاصل کیا تھا۔ مہ کار بھی اس کی ضد بن گئی تھی۔ وہ مردانہ انا کو کچل کر اس کی طرف جھکا تھا کہ جب بات محبت کی ہو تو پھر جھکنا، پگھلنا معیوب نہیں لگتا۔

ابھی وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ م

ہاسپٹل سے آ گئی اور وہ کار کی چابی اٹھا کر کار ہاسپٹل کی طرف دوڑانے لگا۔

❁❁❁

مہکار نے اضطراری انداز میں کئی چکر گیٹ کے لگا لیے تھے۔ صبح اسماء شدید تکلیف میں ہاسپٹل گئی تھیں۔ وہ اتنی بدحواس ہوئی تھی انہیں تکلیف میں دیکھ کر کہ ہاسپٹل کا فون نمبر بھی نوٹ کرنا بھول گئی۔ گھر کا فون اچانک ہی ڈیڈ ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا پڑوس سے فون کر کے انہی کی خیریت معلوم کر لیتی۔ صبح سے دوپہر ڈھلنے کو آ گئی تھی۔ اس کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ عصر کی نماز پڑھ کر وہ رو رو کر اسماء اور اس کے ہونے والے بچے کی سلامتی کی دعائیں ہی مانگ رہی تھی کہ کال بیل کی آواز سن کر ننگے پاؤں گیٹ تک آئی تھی اور گیٹ کھول کر سامنے کھڑے شموئیل کو دیکھ کر لمحے بھر کو ساکت رہ گئی تھی، پھر بولی۔

"آپ؟ باجی اور بھائی جان گھر پر نہیں ہیں۔" اس نے تیزی سے گیٹ بند کرنا چاہا مگر اس کا ارادہ بھانپ کر شموئیل نے تیزی سے پاؤں درمیان میں رکھ دیا تھا اور اس کے بھاری جوتے کے باعث دروازہ بند نہ ہو سکا تھا۔

"مجھے عمیر نے ہی بھیجا ہے ہاسپٹل سے۔ آپ جلدی سے میرے ساتھ چلیں۔" اس کے از حد سنجیدہ اور عجلت بھرے انداز نے اس کی تیزی و طراری بھلا دی اور وسوسے جاگ اٹھے۔

"باجی کیسی ہیں؟ سب خیریت تو ہے نا؟" اس نے زرد پڑتے چہرے، کانپتے لہجے میں پوچھا۔

"آپ جلدی سے آئیں میں کار اسٹارٹ کر رہا ہوں۔" وہ جواب دینے کے بجائے تیزی سے آگے بڑھ گیا تو اس کا دل واہموں سے بے ہنگم دھڑکنے لگا۔ راستے میں اس نے دو تین بار صورت حال جاننے کی کوشش کی مگر وہ کوئی جواب دیے بغیر کافی رش ڈرائیونگ کرتا رہا اور وہ خاموش ہو کر قرآنی آیتوں کے درمیان "سب خیریت ہو" کی دعا میں مانگتی رہی۔ پھر اس نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی تو [illegible] ہوئے ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ حالانکہ وہ کئی بار اسماء کے ساتھ اس کی چیک اپ ڈیٹ پر جاتی رہی تھی۔ گھر سے ہاسپٹل بہت نزدیک تھا صرف پندرہ بیس منٹ کی مسافت پر۔ پھر یہ کہاں لے کر جا رہا تھا؟ اس نے گھبرا کر کھڑکی سے باہر بغور دیکھا۔ بالکل انجانا راستہ تھا۔ غیر آباد و سنسان علاقہ۔ اس پر وحشت سوار ہونے لگی۔

"یہ..... یہ مجھے کہاں لے کر جا رہے ہیں؟" وہ اس کی طرف رخ کر کے چیخی۔

"ہاسپٹل!" سنجیدہ و سپاٹ لہجے میں جواب آیا۔

"کون سے ہاسپٹل؟"

"یہ تو مرنے کے بعد ہی معلوم ہو گا کہ لوگ ہماری لاشوں کو کون سے ہاسپٹل لے کر جائیں گے۔ پوسٹ مارٹم کے لیے۔" اس کا انداز ہنوز سپاٹ تھا۔

"مگ..... کیا؟ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ!"

"میرے پاس صرف یہ چند گھنٹے ہیں۔ پھر کل سے نیا ہفتہ شروع ہو جائے گا۔ تم ایک انتہائی بے وقوف و احمق لڑکی ہو۔ تمہاری نگاہوں میں میری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ فضول ضد پکڑ کر بیٹھ گئی ہو کہ میں نے ٹارچر کیا تم پر۔ مگر یہ تو سوچو صابر ملک نے تمہیں کیا لا کر میرے سامنے پیش کیا تھا اور تم نے بھی ایسی اداکاری کی تھی، جن عورتوں و لڑکیوں کو میں پسند نہیں کرتا ہوں۔ چاہتا تو میں ایک بدکردار مرد ہوتا..... تم کہاں ہوتیں آج؟" اس نے درشت لہجے میں کہتے ہوئے خشونت بھری نگاہیں اس کے چہرے پر ڈالیں تو مہکار کی آنکھیں بے اختیار ہی جھک گئی تھیں اور ذہن میں جھماکے ہونے لگے تھے۔

"اگر تم یہ خواہش رکھتی ہو کہ میں تم سے اپنے رویے کی معافی مانگوں گا تو یہ تمہاری بھول ہے۔ میرا وہ رویہ ایک ایسی مجرم لڑکی کے لیے تھا جس کا ساتھی ایک ایسا مرد تھا جس کا ہر فعل اتنا مکروہ و قابل نفرت تھا کہ جس کو منانے کے لیے میں آخری سانس تک جدوجہد کرتا۔ جب میں حقیقت سے باخبر ہوا تو میں نے تمہیں [illegible] کی گہری نگاہوں سے تمہیں چھپا کر رکھا۔ اگر تم اب بھی اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم ہو تو میں بھی تمہاری اور اپنی جان ایک کر دوں گا۔ مگر تمہارا پیچھا زندگی میں نہیں چھوڑوں گا۔" اس نے خوفناک انداز میں کار دوبارہ اسٹارٹ کرتے ہوئے سرکشی سے کہا۔

"میں آپ سے ہی نہیں بلکہ دنیا کے کسی بھی مرد سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔" مہکار نے روتے ہوئے کہا۔ "مجھے دنیا کے کسی بھی مرد پر اعتبار نہیں رہا ہے۔"

"مرد کے بغیر اس معاشرے میں عورت تنہا رہ بھی نہیں سکتی میڈم۔"

"اگر محافظ ہی لٹیرے بن جائیں تو؟"

"نہ ہی سارے مرد بے حیت و بے ضمیر ہوتے ہیں اور نہ ہی تمام عورتیں پارسا و پاک دامن۔ کچھ عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو ہر آسائش و راحت میسر ہوتے ہوئے بھی بے راہ روی و بدچلنی کو اپنا شعار بنا چکی ہیں اور کچھ عورتیں اتنی عظیم و قابل احترام و ستائش ہوتی ہیں کہ غلاظت بھرے ماحول میں رہنے کے باوجود اس غلاظت و تعفن زدہ ماحول کو دل سے نہیں اپناتیں۔ اس ماحول کا حصہ نہیں بنتیں، ان کے ضمیر ایمان و تقویٰ کے نور سے صدا روشن رہتے ہیں۔ سونیا اور مہوش کی تمہارے سامنے مثالیں ہیں۔ وہ دونوں ایک مرد سے دھوکہ کھا چکی تھیں پھر انہوں نے کیوں مجھ پر اعتبار کر کے اتنا رسک لیا تھا؟ پھر تم چھ سات ماہ سے عمیر کے گھر میں رہ رہی ہو۔ بتاؤ تم نے اس میں کوئی غیر اخلاقی حرکت دیکھی؟"

وہ درشت لہجے میں بولتا ہی چلا گیا اور اس کی نگاہوں سے کئی پردے ایک ساتھ غائب ہوئے تو وہ ندامت و شرمندگی کے احساس سے نگاہ ہی نہ اٹھا سکی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا تم لڑکیاں اتنے آنسو کیسے بہا لیتی ہو؟ دکھ ہے تو آنسو، خوشی ہے تو آنسو، ملن ہے تو آنسو، جدائی ہے تو آنسو۔ اب آپ کس خوشی میں آنسو بہا رہی ہیں۔ نہیں کروں گا میں آپ سے زبردستی شادی۔ ہاں مگر یہ عہد ہے خود سے۔ ابھی نہیں تو کبھی نہیں۔ ساری زندگی میں تنہا گزار [illegible] ضد و فیصلے سے تم واقف ہو چکی ہو۔ اسماء بھابی عمیر کے کسی دوست کی وائف کے ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں جو شہر سے باہر ہے۔ جہاں ہم ابھی کچھ دیر بعد پہنچ جائیں گے۔ وہ اور ان کا بیٹا بالکل خیریت سے ہیں۔"

"اتنی گڈ نیوز آپ اتنی دیر بعد دے رہے ہیں۔" اسماء کی خیریت اور بیٹے کا سن کر اسے حقیقی خوشی ہوئی تھی۔ "کون ہے ان کے پاس؟ عمیر بھائی تو بہت خوش ہوں گے۔"

"بھابی کے پاس دادی جان اور ممی کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ عمیر نہیں آ سکتا تھا اس لیے اس نے مجھے تمہیں لینے بھیجا تھا۔" وہ نارمل انداز میں تفصیل بتاتا ہوا بہت خفا لگا۔

"اور آپ نے مجھے ڈرا کر بے حال کر دیا۔"

"بے حال کس نے کس کو کیا ہے۔ یہ مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے؟"

"ٹرین کے سفر میں ساتھ رہنے والا سنجیدہ و تند مزاج و بے مہر نظر آنے والا شخص اس قدر متضاد شخصیت کا مالک ہو گا، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" مہکار طمانیت سے مسکرا کر بولی۔

"واٹ؟ کون سا ٹرین کا سفر؟" سامنے سبزے میں گھرے ہاسپٹل کے گیٹ کی طرف کار ٹرن کرتے ہوئے اس نے تعجب سے پوچھا پھر ایک دم چونک کر بولا۔ "وہ تم تھیں؟"

"جی جناب! جس کو آپ کی نگاہیں گونگی، بہری لڑکی کا خطاب دے چکی تھیں۔ اب یہ لڑکی ہنسنے، بولنے کے علاوہ "مردوں" پر اعتبار کرنا بھی سیکھ گئی ہے۔"